دل کی بات　　　　مدیر

سانحۂ پشاور کے مضمرات، نتائج اور حکومتی فیصلے

۱۶؍ دسمبر ۲۰۱۴ء کو آرمی پبلک سکول پشاور میں دہشت گردی کا خوفناک اور بدترین سانحہ پیش آیا۔ اخباری معلومات کے مطابق سات نامعلوم دہشت گردوں نے سکول میں گھس کر معصوم طلباء پر اندھا دھند فائرنگ کی جس کے نتیجے میں ۱۵۰ طلباء شہید ہوئے اور ۱۲۵ کے قریب زخمی ہوئے۔ سفاک دہشت گردوں نے سکول کی خاتون پرنسپل کو بھی شہید کیا جب کہ ایک اور خاتون ٹیچر کو زندہ جلا دیا۔ فورسز نے فوری آپریشن کر کے چھے دہشت گرد مار دیے جب کہ ساتویں نے خود کو بم سے اڑا لیا۔ آپریشن میں سات افسر اور جوان زخمی ہوئے۔ دہشت گردوں نے اس ظالمانہ کارروائی کے لیے ۱۶؍ دسمبر کا دن منتخب کیا کہ ۱۹۷۱ء کو اسی دن سقوطِ ڈھاکہ ہوا تھا اور ہمارا دوسرا بازو ''مشرقی پاکستان'' ہمارے جسم سے کاٹ دیا گیا تھا۔

سانحۂ پشاور اتنا المناک تھا کہ پورا ملک غم اور صدمے کی گہرائیوں میں ڈوب گیا۔ پوری قوم سوگوار اور ہر آنکھ پرنم تھی۔ خبریں پڑھی نہیں جاتی تھیں اور مناظر دیکھے نہیں جاتے تھے۔ حکومت نے ۳ روزہ قومی سوگ کا اعلان کیا، تاجروں نے ملک گیر ہڑتال کی، تمام سیاسی اور دینی جماعتوں نے اس افسوس ناک سانحے کی شدید مذمت کی، وکلا نے احتجاجی ہڑتال کی، سکول، کالجز اور یونیورسٹی کے طلباء نے اپنے معصوم بھائیوں کے لیے دعائیں کیں اور مدارس و مساجد میں طلباء نے شہداء کے لیے قرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کیا۔ ساری قوم نے شہداء کے ورثا سے اظہارِ تعزیت کر کے اُن کے غم میں شریک ہونے کی کوشش کی۔ میڈیا رپورٹس، تجزیہ نگاروں اور اخباری اطلاعات کے مطابق اس سانحے کے حوالے سے جو کچھ سامنے آرہا ہے اس کے ساتھ بہت سارے سوالات بھی سامنے آرہے ہیں۔

حملہ آور کون تھے؟ بیرونی مداخلت میں کون ملوث ہیں؟ کون سی قوتیں اندرونی طور پر اس سانحہ کی ذمہ دار ہیں؟ سکول کے اندر سے کن لوگوں نے دہشت گردوں کے لیے سہولت کار کا کردار ادا کیا؟

شاید ان سوالات کے جوابات مطلع صاف ہونے پر وقت کے ساتھ ساتھ آئیں۔ لیکن افسوسناک اور حیران کن بات یہ ہے کہ سانحۂ پشاور کو بغیر کسی تحقیق اور ثبوت کے ایک مخصوص طبقے نے دینی مدارس کے ساتھ جوڑنے کی مذموم اور بھرپور مہم شروع کر رکھی ہے۔ الیکٹرانک میڈیا پر تو ایسے لگتا ہے کہ سیکولر فاشسٹ اور لادین انتہا پسند عالمی استعماری قوتوں کے دہاڑی دار بن کر حق نمک ادا کر رہے ہیں۔ دینی مدارس اور علماء کے خلاف نتھنے پھلا کر پھنکارتے ہوئے اُن کی آنکھوں سے نفرت، منہ سے زہرناک جھاگ اور زبان سے بچھو جھڑ رہے ہیں۔ جمعیت علماءِ اسلام کے سربراہ مولانا فضل الرحمٰن نے کہا ہے کہ: ''حکمران دینی مدارس کی بجائے این جی اوز کا آڈٹ کریں۔ نائن الیون کے واقعے میں کوئی دینی طالب علم ملوث تھا نہ پھانسی پانے والوں میں کوئی ایسا ہے۔'' وفاق المدارس کے ناظم اعلیٰ مولانا محمد حنیف جالندھری نے کہا کہ: ''مدارس کا سالانہ آڈٹ ہوتا ہے، کسی مدرسہ کا رجسٹرڈ نہ ہونا حکومت کی ناقص کارکردگی ہے۔ رجسٹریشن کے عمل کو آسان بنایا جائے۔'' مجلس احرارِ اسلام پاکستان کے امیر مولانا سید عطاء المہیمن بخاری نے کہا کہ: ''مدارس کے علماء اور طلباء ملک کے وفادار اور خیر خواہ ہیں۔ مدارس کے خلاف مہم عالمی سامراج کا ایجنڈا ہے۔ قرآن و حدیث کے نصاب سے نفرت نہیں محبت و اخوت کا ماحول پیدا ہوتا ہے۔ دینی نصاب کو بدلنے یا ختم کرنے کی باتیں کرنے والے اپنے وطن اور مسلمانوں کے خیر خواہ نہیں دشمن ہیں۔''

ہماری دیانت دارانہ رائے ہے کہ حکومت ان تمام معاملات کا سنجیدگی سے جائزہ لے۔ مدارس کے بارے میں

سابق حکومت سے طے شدہ مسائل کو نئے سرے سے نہ چھیڑے بلکہ اُسے جو تحفظات ہیں وہ انھیں مدارس کے تمام بورڈز کے سربراہوں سے مل بیٹھ کر دور کرے اور باہمی اعتماد کی فضا قائم کرے اور ''درآمدی'' فیصلوں کو مسلط کرنے سے مسائل اور بڑھیں گے۔ سانحۂ پشاور کے بعد حکومت نے جو فوری فیصلے کیے، اُن میں سزائے موت سے پابندی ختم کرنے کا فیصلہ سرفہرست ہے۔ جس کے نتیجے میں بعض مجرموں کو پھانسی دے دی گئی اور باقی مجرموں کو پھانسی دینے کی تیاریاں مکمل ہیں۔ مجرموں کو سزا ضرور ملنی چاہیے، سزائے موت کی معطّلی پر صرف مذہبی جماعتوں نے ہی احتجاج کیا تھا اور بحالی پر بھی انھوں نے ہی خیر مقدم کیا۔ لیکن یہ سوال اپنی جگہ پر قائم ہے کہ حکومت نے پہلے کس کے کہنے پر سزائے موت معطل کی تھی اور اب کس کے کہنے پر بحال کی ہے؟

۲۴ر دسمبر کو وزیر اعظم نواز شریف کی صدارت میں اسلام آباد میں آل پارٹیز کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں اے این پی کے اسفندیار ولی اور بی این پی کے محمود اچکزئی کے علاوہ تمام جماعتوں کے سربراہ شریک ہوئے۔ آرمی چیف جنرل راحیل شریف نے قومی رہنماؤں کو آپریشن ضربِ عضب اور موجودہ صورتِ حال پر بریفنگ بھی دی۔ گیارہ گھنٹوں کے طویل ترین دورانیے کے اس اجلاس میں کئی اہم فیصلے کیے گئے، جن میں دہشت گردی کے خاتمے اور فوری انصاف کے لیے فوجی عدالتوں کا قیام بھی ہے۔ پیپلز پارٹی، پی ٹی آئی اور جماعت اسلامی کے رہنماؤں کے مطابق ''ہم نے نہ چاہتے ہوئے بھی مجبوراً اس فیصلے کو قبول کیا'' آئینی ماہرین اس فیصلے پر تنقید بھی کر رہے ہیں اور ادھر سپریم کورٹ میں فوجی عدالتوں کے قیام کے خلاف درخواست بھی دائر ہو چکی ہے۔ وکلا نے اس فیصلے کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ: ''ایک ملک میں دو نظام نہیں چل سکتے۔'' مولانا فضل الرحمن نے بھی کہا ہے کہ: ''ہم فوجی عدالتوں کے قیام کے حامی نہیں۔'' اے پی سی کے منظور کردہ ''ایکشن پلان'' پر عمل درآمد کے لیے وزیر اعظم کی سربراہی میں کمیٹی قائم ہو چکی ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو ملک و قوم کی بہتری کے لیے صحیح فیصلے کرنے اور اُن پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

پاکستان کے شمالی علاقوں میں امریکی ڈرون حملوں کا سلسلہ پھر سے شروع ہو چکا ہے۔ پہلے تو حکومت رسمی مذمت کرتی تھی، اب غیر رسمی بھی نہیں کر رہی۔ نہ مخالفت اور نہ ہی کوئی ردّعمل بلکہ ''نرم دم گفتار'' کی حکمت عملی پر کاربند ہے۔ سانحۂ پشاور کو بہانہ بنا کر موجودہ صورت حال کو ''برقرار'' رکھنے، دینی مدارس، علماء و طلباء اور دینی قوتوں کو دیوار سے لگانے اور اہل دین کو مشکل و مصیبت میں مبتلا کرنے کا پروگرام مغرب کا ایجنڈا ہے جو ہماری دینی اقدار اور تہذیب کو بلڈوز کرنے پر مشتمل ہے۔ اہل دین کے لیے خصوصاً اور عام مسلمانوں کے لیے عموماً توبہ استغفار اور اللہ تعالیٰ سے دشمنوں کے تمام شرور و فتن سے حفاظت اور مدد طلب کرنے کا وقت ہے۔ مدارس کے طلباء و علماء اس کا خصوصی اہتمام فرمائیں۔

حضرت امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے آج سے پینسٹھ برس قبل دین اور وطن دشمنوں کے عزائم کی نشان دہی اپنے اِن اشعار میں کی تھی:

زلفیں ہوں گی ، شانے ہوں گے　　کہیں کہیں افسانے ہوں گے
دین اور مذہب کے مرقد پر　　شمعیں اور پروانے ہوں گے

پوری قوم کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ ہم سب کو ایک ہو کر اور مل جل کر اپنے دین، اپنی تہذیب اور وطن کی حفاظت کے لیے پُرامن جدوجہد کو تیز تر کر دینا چاہیے۔ اللہ، رسول کے نام پر بننے والے پاکستان کو دین اور مذہب کا مرقد بننے سے بچانا ہے، تہذیب کفر کی ''شمعوں'' اور ''پروانوں'' سے وطن عزیز کو برباد ہونے سے محفوظ کرنا اور پیارے پاکستان کو امن و سلامتی کا گہوارہ بنانا ہے اور قومی اتفاق رائے سے مایوسیوں میں امیدوں کے چراغ روشن کرنے ہیں۔